بہارو مشین اور سکید ار!

بہارو بیگم' بازار حسن لاہور میں رہنے والی ایک مغنیہ اور رقاصہ تھی۔ وہ جب محو رقص ہوتی' تو دیکھنے والے مبہوت ہو جاتے تھے۔ یہ برصغیر کی تقسیم سے پہلے کی بات ہے۔ بہارو بیگم کا لائف سٹائل مغل شہزادیوں جیسا تھا۔ وہ بے پناہ دولت، سونا اور ہیرے، جواہرات کی مالک تھی، وہ جسم فروش نہیں بلکہ فنکارہ تھی، گائیکی اور رقص کرنا، اس کا پروفیشن تھا۔ لیکن یہ اس کا ظاہری پہلو تھا، جبکہ باطنی طور پر وہ انتہائی ہمدرد، نیک سیرت اور اعلیٰ کردار والی خاتون تھی۔ بہارو بیگم لاہور میں نیاز بیگ گاؤں کی رہنے والی تھی۔ جسے اب ٹھوکر نیاز بیگ کہا جاتا ہے۔ اب تو یہ علاقہ لاہور شہر کا حصہ بن چکا ہے لیکن قیام پاکستان سے قبل یہ اندرون شہر سے دور ایک گاؤں ہوا کرتا تھا۔ بہارو بیگم دو ہفتے بعد اپنے گاؤں جاتی تھی، یہ اس کی روٹین تھی۔ گاؤں والے اس کی آمد کے منتظر رہتے، وہ گاؤں پہنچتی تو دیہاتی اس کے لئے رنگین چارپائیاں بچھاتے تھے، ایسی چارپائیاں خاص اور قابل احترام مہمانوں کے لیے بچھائی جاتی تھیں، اس عزت و احترام کی وجہ بہارو بیگم کی اپنے گاؤں اور گاؤں کے لوگوں سے محبت اور فیاضی تھی۔ بہارو بیگم گاؤں میں غریب لوگوں کی کھلے دل سے امداد کیا کرتی تھی۔ کھانے پینے کا سامان' علاج، دوائیاں، کپڑے، شادی بیاہ کے اخراجات وغیرہ' اپنی گرہ خاص سے خرچ کرتی تھی۔

بہارو بیگم کے آگے پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ خدا نے اس مغنیہ کے دل میں لوگوں کے لئے ہمدردی اور محبت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ ایک دن حسب معمول' گاؤں میں بیٹھی تھی اور غور سے اپنے اردگرد بچوں کو دیکھ رہی تھی۔ معصوم بچے دنیا کی مشکلات سے بے نیاز ہو کر کھیلنے اور ہنسنے میں مصروف تھے۔ بہارو بیگم نے دیکھا کہ ایک بچہ لمبا سا کرتا پہنے سب سے زیادہ قلابازیاں لگانے میں مصروف ہے۔ اس نے بچے کو پاس بلایا اور استفسار کیا کہ بیٹا تم کون ہو؟ بچہ رونے لگا کیونکہ وہ یتیم تھا۔ پتہ نہیں بہارو بیگم کے دل میں کیا بات آئی کہ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس بچے کو اپنے ساتھ شہر لے کر جائے گی، اس کی تعلیم و تربیت کے تمام اخراجات خود ادا کرے گی۔ بچے کی والدہ نے اجازت دے دی۔ شرط صرف یہ کہ اس کے گھر آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ بہارو بیگم نے یہ شرط منظور کر لی اور وہ بچہ بازار حسن میں منتقل ہو گیا، اس کا نام رحیم خان تھا۔

مغنیہ نے بچے کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ بچے میں ایک خداداد صلاحیت تھی کہ وہ بہترین کہانیاں انتہائی آسانی سے لکھ لیتا تھا۔ وقت گزرتا گیا، رحیم جوان ہو گیا، اس دوران بہارو بیگم دنیا سے رخصت ہو گئی۔ مرنے سے پہلے اس نے اپنی ساری دولت غریب لوگوں کے لئے وقف کر دی۔ بہارو بیگم کو لاہور کے مقامی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ایک دن ایک شخص قبر کے نزدیک سے گزرا تو اسے بہترین خوشبوؤں کی لپٹیں محسوس ہوئیں۔ خوشبو اس قدر مسحور کن تھی کہ اس شخص کے پاؤں وہیں تھم گئے۔ گورکن کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے۔ صرف یہ پتا چلا کہ یہ بازار حسن میں رہنے والی ایک رقاصہ کی آخری قیام گاہ ہے۔ وہ شخص' چند دن کے بعد بازار حسن پہنچا اور اس خاتون کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اسے پتہ چلا کہ یہ بہارو بیگم کی قبر ہے۔ لوگوں نے اس اجنبی شخص کو بہارو بیگم کی سخاوت اور غریب پروری کے متعلق بتایا۔ یہاں تک معلوم ہوا کہ اس سے پہلے اور بعد میں' کسی بھی انسان نے غریبوں کے لئے اتنی آسانیاں پیدا نہیں کیں۔ بہارو بیگم کو بہارو مشین بھی کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اس وقت گراموفون نئے نئے آئے تھے۔ ریکارڈ سننے کے لئے ہر بار سوئی تبدیل کرنی پڑتی تھی۔ لاہور شہر میں' بہارو بیگم نے سب سے پہلے یہ گراموفون خریدا تھا۔ اور اس پر لگائے گیتوں پر رقص کیا کرتی تھی۔ لوگوں میں اس کا نام بہارو مشین مشہور ہو گیا۔ اصل نکتے کی طرف واپس آتا ہوں۔ اجنبی شخص بازار حسن سے لوگوں کو لے کر جب قبرستان پہنچا اور خوشبو کے متعلق بتایا تو لوگوں کو یقین نہ آیا۔ مگر جب وہ قبر پر پہنچے تو بہترین خوشبو ان کی منتظر تھی۔ خدا کے ایک نیک بندے نے کھل کر بتایا کہ خوشبو کی اصل وجہ' مغنیہ کی وہ غریب پروری ہے جس کی بدولت اس نے غربت میں پسے ہوئے لوگوں کی قسمت کو بدل دیا۔ بزرگ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بندی' حقوق العباد پورے کرتے ہوئے' خدا کے اتنے قریب ہو گئی کہ اللہ نے اس وصف کی بدولت مرنے کے بعد اس کی قبر کو خوشبوؤں سے لبریز کر دیا۔

رحیم خان لکھنے پڑھنے کا ماہر ہو چکا تھا اور فاتحہ کے لئے بہارو مشین کی قبر پر جاتا رہتا تھا۔ ایک دن اس نے فلمیں لکھنے کا فیصلہ کیا۔ رحیم خان کو کسی نے ملنگی نام کے ایک ڈاکو کے متعلق بتایا جو پنجاب میں ساہوکاروں اور ظالم جاگیرداروں کو لوٹتا تھا اور پیسہ غریبوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ رحیم خان کو بتایا گیا کہ اس کا ایک عینی شاہد مکھن کوچوان ہے جو ساہیوال میں ٹانگہ چلاتا ہے۔ رحیم خان بڑی سرعت سے ساہیوال پہنچا۔ مکھن کوچوان کو تلاش کیا اور ملنگی کے متعلق معلومات حاصل کی۔ مکھن کوچوان' ملنگی کا دست راست تھا اور اس نے پنجابی رابن ہڈ ملنگی کے بارے میں تمام حقائق رحیم خان کو بتائے۔ اس کے بعد رحیم خان نے شہرہ آفاق پنجابی فلم ملنگی تحریر کی۔ فلم مکمل ہونے کے بعد رحیم خان کچھ عرصے کے لئے کسی اور شہر میں چلا گیا' تو فلم ساز و ہدایت کار کو مصنف کا پورا نام معلوم نہیں تھا۔ البتہ انہیں یہ معلوم تھا کہ "کام سکہ بند ہونا چاہیے" اس کا تکیہ کلام تھا، یوں فلمساز نے کہانی نویس کا نام سکید ار لکھوا دیا۔ رحیم خان اب سکید ار بن کر فلمیں لکھتا تھا، اس نے فلموں میں اداکاری بھی کی۔ فلم ملنگی میں سکید ار نے' ہندو بنیے کا لازوال کردار ادا کیا۔ ملنگی وہ پہلی پنجابی فلم تھی جس نے شہرت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اس میں کام کرنے والے اداکاروں کی قسمت بدل گئی۔ فلم کی باز گشت آج بھی سنائی دیتی ہے، اس کے لکھے ہوئے گانے اور موسیقی عوام کی زبان پر اس طرح چڑھے کہ آج تک اس کا کوئی ثانی نہیں۔ سکید ار اب ایک امیر آدمی تھا۔ وہ مرتے دم تک بہارو بیگم کے احسانات کو یاد کرتا رہا۔ یہ سچا واقعہ آج بھی پنجاب کی تاریخ میں موجود ہے۔

بہارو بیگم کی قبر کی خوشبو اور اس کی حقوق العباد سے محبت انسانی فکر کو ایک عجیب دنیا میں لے جاتی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے لئے مختص عبادات پر بھرپور زور دیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی طرف بھی حد درجہ احکامات صادر فرمائے۔ دین پر گہری نظر رکھنے والے لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے توازن پر بھرپور توجہ فرماتے ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ خداوند کریم اپنے بندوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنے والے کو ہمیشہ پسند کرتا ہے۔ لوگوں کی مدد کرنا' ان کا خیال رکھنا اور ان کے چہروں پر سکون اور مسکراہٹ بکھیرنا' اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ اکثر اوقات ہم عبادات میں مصروف ہو کر' خدا کے بندوں کو بھول جاتے ہیں۔ پارسائی کے احساس برتری میں مبتلا لوگ صرف ناصح بن کر رہ جاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پارسائی کا پہلا زینہ حقوق العباد کا خیال رکھنا ہے۔ دوسروں کے کام آنے والے انسان ہمیشہ سکھی اور شاداب دکھائی دیتے ہیں اور یہی بخشش کا سادہ ترین راستہ بھی ہے۔ ہمارا معاشرہ' غریب لوگوں کے لئے مشکلات پیدا کرنے کی بنیاد پر کھڑا ہوا ہے۔ آسانیاں پیدا کرنے کا رجحان خال خال ہی نظر آتا ہے۔ اس مثبت رجحان کو محنت سے اپنانا انسانی زندگی کا جوہر ہے۔ جس سے بہرحال ہم لوگ ہزاروں نوری سال دور ہیں!